جناب اختر راہی ۔ بی اے

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

ایک نڈر مجاہد آزادی

ایک عظیم مناظر

سلطان عبدالعزیز خان ترکی کی خواہش اور صدر اعظم خیر الدین پاشا تونسی کی تحریک پر مولانا رحمت اللہ نے عیسائیت پر ایک محققانہ اور مدلل کتاب تالیف کی (پادری فانڈر نے اسلام کے خلاف "میزان الحق" کے نام سے جو زہر اگلا تھا۔ اس کا تریاق "اظہار الحق" میں پیش کیا گیا تھا) یہ کتاب عیسائیت پر اتمام حجت کا درجہ رکھتی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو ٹائمز آف لندن (TIMES OF LONDON) نے لکھا ۔۔۔ "اگر لوگ یہ کتاب پڑھتے رہے تو دنیا میں عیسائی مذہب کی ترقی رک جائے گی"

۱۱ جنوری ۱۶۱۲ء کو جہانگیر کے عہد میں انگریزوں نے برصغیر میں تجارت کی غرض سے ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ مغلوں کی عظیم قوت روبہ زوال تھی اور حالات دن بدن بگڑتے جا رہے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر کی جواں ہمتی اور اولوالعزمی نے کچھ مدت سہارا دیا لیکن اسکی وفات کے بعد وہ تمام برائیاں ظاہر ہو گئیں جن پر عالمگیر کی فتوحات اور دین پسندی کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا تھا۔ انگریزوں نے پر پرزے نکالنے شروع کئے اور اٹھارہویں صدی کے نصف اول تک اس قابل ہو گئے کہ دیسی ریاستوں پر حملہ آور ہونے کے خواب دیکھنے لگے۔ چنانچہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ ہوئی اور میر جعفر کی غداری کی بنا پر کمپنی کامیاب ہوئی۔ اگرچہ میر جعفر بنگال کا صوبیدار مقرر ہوا لیکن وہ "مردہ بدست زندہ" تھا۔ صحیح حکمران "کمپنی بہادر" ہی تھی۔ سلطان ٹیپو نے غیر ملکی سامراج کو روکنے کے لئے جو عظیم منصوبہ بنایا تھا، میر صادق کی بے وفائی اور ملت دشمنی کی وجہ سے خاک میں مل گیا اور سرنگاپٹم میں بہادری سے لڑتا ہوا یہ مجاہد ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو کام آیا۔ اسی سال شاہ زمان والئ کابل رنجیت سنگھ

کو پنجاب میں صوبیدار مقرر کیا گیا جس نے خود مختاری کا اعلان کر کے ۱۸۱۸ء میں ملتان فتح کر لیا۔ جہاں مظفر خان عالی ہمتی سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ سکھوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھتے ہوئے سید احمد شہیدؒ نے تحریک مجاہدین کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ اس عفریت کو آگے بڑھنے سے روک دیا لیکن تابکے! آخر ۱۸۳۱ء میں مجاہدین کی دردناک شکست کے بعد سکھوں کے قدم مزید مضبوط ہوگئے اور سکھوں کا اقتدار پشاور تک جا محیط ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں کمپنی نے سندھ کا الحاق کر لیا اور ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ کو گرفتار کر کے کلکتہ پہنچا دیا گیا اور اودھ "کمپنی بہادر" نے ملحق کر لیا۔ بہادر شاہ ظفر کی سلطنت سمٹ کر لال قلعہ تک محدود ہوگئی تھی۔ ملک کی سیاسی لیڈرشپ انگریزوں کے ہاتھ میں تھی اور بچے کھچے والیانِ ریاست برائے نام حاکمیت کے مالک تھے۔

عیسائیت کا سیلاب | جسمانی فاتح نے روحانی و مذہبی فاتح بننے کی کوشش کی۔ عیسائی پادریوں کا ایک طوفان امڈ آیا۔ دہلی میں پریس لگ گئے۔ رسائل، پمفلٹ اور تبلیغ عیسائیت سے متعلق دوسرا لٹریچر نہایت تیزی سے چھپنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملک کی مختلف زبانوں میں لٹریچر تیار ہوگیا۔ یہ یلغار انیسویں صدی کے وسط تک انتہا کو پہنچ گئی۔ عیسائی پادری چوراہوں پہ کھڑے ہو کر لیکچر دیتے، پمفلٹ تقسیم کرتے اور عوام کو تشکیک و تذبذب کی دلدل میں پھنسا کر بپتسمہ دے لیتے۔ اس طوفان کا مقابلہ مدرسے کی چار دیواری یا مسجد کے محراب سے ممکن نہ تھا بلکہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت تھی، جو ان ہی پادریوں کی طرح تبلیغ دیتے اور عیسائیت کا تعاقب کرتے۔

پادری فانڈر | ۱۸۵۴ء میں یورپ سے ڈاکٹر کارل فنڈر (جو ایک جرمن مشنری تھا، اور جسے روسی سلطنت نے جورجیا کے شوشا سے بدر کر دیا تھا[1]) فانڈر عربی اور فارسی میں خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ اسلامی ماخذوں کا براہِ راست مطالعہ کر چکا تھا، اور اسلام پہ اعتراضات کرتا پھرتا تھا۔ یہاں کے سادہ لوح علماء نے تورات، اور انجیل کی طرف زیادہ توجہ نہ دی تھی اور چھان پھٹک نہ کی تھی۔ پادری فانڈر دندناتا رہا تھا۔ اور مشہور ہوگیا کہ پادری فانڈر کے اعتراضات کا جواب دیا ہی نہیں جا سکتا۔

عیسائیوں کی اس بھرپور یلغار اور پادری فانڈر کے پروپیگنڈے کو بے اثر بنانے کے لئے دو دوست میدان میں اترے۔ ایک مولانا رحمت اللہ تھے اور دوسرے ڈاکٹر وزیر خان۔ ان صفحات میں ہم مولانا رحمت اللہ کی زندگی ایک نظر میں دیکھتے ہیں۔

آباو اجداد | مولانا رحمت اللہ کے اجداد پانی پت کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان کے

---

[1] اہلِ مسجد پادری بیوان جونز ص ۲۱۴

والد مولوی نجیب اللہ ترکِ وطن کر کے کیرانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہیں مولانا جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے دہلی کا رخ کیا جو اس دور میں علم و ادب کا مرکز تھا۔ وہاں لال قلعے کے نزدیک مولوی محمد حیات کی درسگاہ میں شامل رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مولانا احمد علیؒ اور مفتی سعد اللہ لکھنوی سے بھی اکتسابِ فیض کیا ہے۔[۱]

مطالعہ عیسائیت | قیامِ دہلی کے دوران میں عیسائی پادریوں کی تبلیغی سرگرمیاں دیکھیں اور مسلمانوں کو اس طوفانِ ضلالت سے بچانے کے لئے کمربستہ ہوئے، اس عرصے میں ڈاکٹر وزیر خان (آگرہ) سے رسم و راہ ہوئی۔ دونوں دوست عیسائیت کے مطالعہ میں غرق رہے اور قلیل مدت میں محنت اور دماغ سوزی سے اس تک استعداد بہم پہنچائی کہ گھنٹوں عیسائیت پر بے تکان گفتگو کرتے رہتے۔ اندازِ بیان اتنا مؤثر اور دلکش تھا کہ زبان سے نکلنے والی بات سیدھی دل میں گھر کر جاتی۔

پادری فانڈر سے مناظرہ | فانڈر شہر بہ شہر پھرتا پھراتا آگرہ میں وارد ہوا اور اپنے روایتی انداز میں مناظرہ کا چیلنج دیا۔ ڈاکٹر وزیر خان نے مولانا رحمت اللہ کو کیرانہ سے بلا بھیجا اور مناظرہ کی دعوت قبول کر لی۔ رجب ۱۲۷۰ھ (مارچ ۱۸۵۴ء) کو آگرے میں مناظرے کا انتظام ہو گیا۔ مناظرہ خاصا معرکہ آمیز تھا۔ لہٰذا دور و نزدیک سے امراء، علماء اور عوام کھنچ کر آ گئے۔ دونوں فریق کی طرف سے دو دو مناظر مقرر ہوئے۔ عیسائیوں کی طرف سے مناظر اول پادری فانڈر اور مناظر دوم پادری والپی فرنچ تھا، جو لاہور کا پہلا بشپ مقرر ہوا۔ ادھر سے مناظر اول مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مناظر دوم ڈاکٹر وزیر خان مقرر ہوئے، ان کے تعاون کے لئے مولانا فیض احمد بدایونی موجود تھے۔[۲]

مفتی انتظام اللہ شہابی اس مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "پہلا مسئلہ جس پر بحث ہوئی انجیل و تورات کی تحریف کا تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد علانیہ سب کے سامنے پادری فانڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری کتابیں محرف ہو چکی ہیں، لیکن صرف مسئلہ تثلیث میں تحریف نہیں ہوئی۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جس کتاب کو خود مشکوک مان رہا ہے اس پر ایمان لانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں الغرض شکستِ فاش کے ساتھ پادری فانڈر کو مجلس سے اٹھنا پڑا اور وہ آگرہ سے چلتا بنا۔"[۳]

۱ے تاریخ اہلحدیث ج ۱ ص ۳۵۵ و مرقاۃ الیقین ۔ ۲ے اہلِ مسجد پادری بیون جونز ص ۱۲۱ ۔ ۳ے ۱۸۵۷ء کے مجاہد ۔ ۴ے ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء ۔

غرض یہ کہ مولانا رحمت اللہ اور ان کے دستِ راست ڈاکٹر وزیر خان کی کوششوں سے مناظرے کا ذوق اسقدر عام ہوا کہ عیسائی پادری پاؤں نہ جما سکے اور ہر جگہ شکست پر شکست کھاتے رہے۔

جنگ آزادی | میرٹھ میں جنگ آزادی کے شعلے بلند ہوئے تو ان کی تپش مظفر نگر میں بھی محسوس کی گئی اور مختلف شہروں اور قصبوں میں حالات دگرگوں ہو گئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانہ میں مجاہدین کے سالار تھے۔ مجاہدین کیرانہ میں گوجروں کی اکثریت تھی اور ان کی قیادت چوہدری عظیم الدین کر رہے تھے، لیکن تمام احکامات مولانا رحمت اللہ کیطرف سے صادر کئے جاتے تھے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا۔ لوگ جوق در جوق تازہ احکامات سننے کے لیے دوڑے آتے۔ پھر اعلان ہوتا " ملک خدا کا حکم مولوی رحمت اللہ کا " اس کے بعد تازہ ترین صورتِ حال کے مطابق احکام جاری کئے جاتے۔ تقریباً چار ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر انگریزی فوج کیرانہ آ پہنچی۔ محلہ دربار کے سامنے توپیں گاڑھ دی گئیں اور قصبے بھر کی خانہ تلاشی شروع ہوئی۔ مولانا کو پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی چنانچہ وہ اپنے رفیقوں کی معیت میں قریبی گاؤں پنجیٹھ چلے گئے۔ کیرانہ کی خانہ تلاشی کے بیکار جانے کی وجہ سے انگریزی فوج نے پنجیٹھ کا رُخ کیا۔

انگریزی فوج آیا ہی چاہتی تھی کہ گاؤں کے نمبردار نے مولانا کا عالمانہ لباس بدلوا کر گھسیارے کا لباس پہنا دیا۔ ہاتھ میں کھرپا دے کر گھاس کھودنے کے لئے بٹھا دیا۔ مولانا گھاس کھودنے کے بہانے بیٹھے رہے اور ان کے بغل سے انگریزی فوج گھوڑے دوڑاتی ہوئی گزر گئی۔ پنجیٹھ پہنچ کر تلاشی لی گئی۔ مگر گوہرِ مراد نہ ملنا تھا نہ ملا۔ مولانا بچتے بچاتے دہلی آئے۔ مولوی ذکاءاللہ لکھتے ہیں:

> " مولوی رحمت اللہ اس لُوٹ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی کیا صورت ہے۔ وہ بڑے عالم فاضل تھے۔ عیسائی مذہب کے رد میں صاحبِ تصنیف تھے۔ وہ قلعے کے پاس مولوی محمد حیات کی مسجد میں اترے۔ اس دانشمند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہ تھی۔ بلکہ ایک ہنگامہ فساد برپا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر اپنے وطن چلا گیا " [1]

مولوی ذکاءاللہ کے مندرجہ بالا بیان کے خط کشیدہ جملے محلِ نظر ہیں۔ مولانا کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے یہ بیان صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دہلی میں اس لئے نہ رہے کہ ان کے مفرور ہونے کی اطلاع دور و نزدیک ہو چکی تھی۔ مولانا کی گرفتاری کے

---

[1] ذکاءاللہ ص۶۶۵

لئے انعام کا اعلان کر دیا گیا۔

مولانا نے اپنا نام بدل کر "مصلح الدین" اختیار کیا۔ خدا معلوم کن راستوں سے ہوتے اور تکالیف برداشت کرتے سورت پہنچے اور وہاں سے جہاز کے ذریعہ مکہ معظمہ چلے گئے۔

جائداد کی ضبطی | مولانا کی ہجرت کے بعد سرکار انگریزی نے جائداد ضبط کر لی۔ اس معاملے میں مخبری کرنے والا کوئی "کمال الدین" تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۸۶۴ء کو ان کی قصباتی جائداد نیلام ہوئی اس جائداد میں چھ سرائیں شامل تھیں۔ لاکھوں کی جائداد ایک ہزار چار سو بیس میں نیلام کر دی گئی۔[۱]

پادری فانڈر سے ایک اور مناظرہ | پادری فانڈر ۱۸۶۶ء میں ہندوستان چھوڑ کر چلا گیا اور قسطنطنیہ جا بھگدڑ مچائی۔ مولانا رحمت اللہ نے آگرے کے مناظرے میں فانڈر کو بھگایا تھا جسکی شہرت دور و نزدیک پھیل چکی تھی۔ چنانچہ سلطان کے حکم سے مناظرے کے لئے قسطنطنیہ پہنچے۔ فانڈر کو دوبارہ ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطان کیطرف سے مولانا کا تین سو روپیہ ماہوار مقرر ہوا۔[۲]

اظہار الحق | سلطان عبدالعزیز خان ترکی کی خواہش اور صدر اعظم خیر الدین پاشا تونسی کی تحریک پر مولانا رحمت اللہ نے عیسائیت پر ایک محققانہ اور مدلل تالیف کی (پادری فانڈر نے اسلام کے خلاف "میزان الحق" کے نام سے جو زہر اگلا تھا۔ اس کا تریاق "اظہار الحق" میں پیش کیا گیا تھا) یہ کتاب عیسائیت پر اتھارٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو ٹائمز آف لندن (TIMES OF LONDON) نے لکھا:

"اگر لوگ یہ کتاب پڑھتے رہے تو دنیا میں عیسائی مذہب کی ترقی رک جائے گی۔"[۳]

مدرسہ صولتیہ | مولانا رحمت اللہ نے قسطنطنیہ سے مراجعت کی تو کلکتہ کی ایک مخیر خاتون صولت النساء بیگم کے تیس ہزار کے عطیے سے ۱۲۹۲ھ میں مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی جو تا حال جاری ہے۔

مولانا آخری دنوں مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے۔ وہیں ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ (۲ مئی ۱۸۹۱ء) کو خدا کا بلاوا آگیا۔ اور مدینہ کی خاک پاک میں سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ■■

۱؎ الجمعیۃ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء بحوالہ ۱۸۵۷ء کے مجاہد

۲؎ قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۲۵۹-۲۶۰

۳؎ علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ص ۳۹